29

1 تمام وہ کام جو انسان کی ملّی، سیاسی، علمی، قومی برتری اور ترقی کیلئے ہوں ذکرِ الٰہی میں شامل ہیں اور ان کا مساجد میں کرنا جائز ہے
2 بے تکلفانہ مجالس بازار کی بجائے اپنے گھروں میں لگائیں

(فرمودہ 29 اگست 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلے سال جولائی میں شاید 6، 7 تاریخ کو مجھے درد نقرس کا دورہ ہوا تھا اور پھر یہ دورہ ہر سال گزشتہ سالوں سے زیادہ شدید ہوتا تھا۔ لیکن اِس دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تیرھواں ماہ جا رہا ہے کہ درد کا شدید دورہ نہیں ہوا۔ درمیان میں 6، 7 دفعہ درد کا دورہ شروع ہوا لیکن دو دو چار چار دن میں ختم ہو گیا۔ اس ہفتہ میں دو دفعہ درد کا دورہ شروع ہوا ہے۔ ایک دفعہ تو جوڑوں سے شروع ہوا اور دوسری دفعہ دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوا اور باوجود اس کے کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس دفعہ درد کا دورہ شدت اختیار کرے گا لیکن دونوں دفعہ اس نے شدت نہیں پکڑی۔ پچھلی دفعہ یہ دورہ جلد ہٹ گیا تھا۔ دوسری دفعہ بھی تقریباً ہٹ گیا ہے گو ابھی دائیں گھٹنے میں درد ہوتا ہے۔ گویا بیماری کی شدت کی یہ ایک نئی شکل ہے جو پہلے چار پانچ سال میں نہیں تھی۔ پہلے درد کا دورہ شدت اختیار کر جاتا تھا اور مہینہ مہینہ دو دو مہینے رہتا تھا لیکن اِس دفعہ یہ دورہ جلد ہٹ جاتا رہا اور بہت خفیف ہوتا رہا۔

دردِنقرس کی وجہ سے میں روزانہ نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہیں آ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ آج جمعہ کے دن میں نے نکاح کا اعلان کیا ہے۔ یوں میری صحت ایسا رنگ اختیار کرگئی ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ موسم کے ٹھنڈے ہونے پر صحت ترقی کرے گی۔ ہر سال لوگ کہا کرتے ہیں کہ اس سال گرمی زیادہ ہے۔ اس وجہ سے گرمی کو زیادہ الزام نہیں دیا جا سکتا۔ بہرحال میری صحت ایسا رنگ اختیار کرگئی ہے کہ کسی موسم کا کوئی تغیر برداشت نہیں کرسکتی۔ مثلاً گزشتہ دو ماہ اس طرح گزرے جیسے لوگ کہتے ہیں نہ جیتے گزرتی ہے اور نہ مرتے گزرتی ہے۔ یوں تو ملاقات بھی کرتا تھا اور دفتر سے جو کاغذات اور خطوط آتے تھے انہیں پڑھتا اور اُن کا جواب بھی دیتا تھا لیکن تاہم میں نے کوئی اہم کام نہیں کیا اور نہ میں کوئی اہم کرسکتا تھا۔ میری طبیعت بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ وقت کے لحاظ سے تو وقت ٹل جاتا ہے مثلاً دفتری ڈاک کا لفافہ ہی آتا ہے تو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ وہی چلتا ہے کیونکہ لفافہ میں 70، 80 خطوط اور مسلیں ہوتی ہیں۔ انہیں خالی پڑھنے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ اگر ایک چٹھی کے پڑھنے میں دو منٹ بھی لگیں اور لفافے میں پچاس کاغذات ہوں تو 100 منٹ تو یہی ہو گئے یعنی ایک گھنٹہ چالیس منٹ۔ پھر ہر کاغذ کا جواب سوچنا اور لکھنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے اگر کم سے کم وقت بھی لگایا جائے تو وہ دو اڑھائی گھنٹہ سے بڑھ جاتا ہے۔ پھر ملاقات ہوتی ہے اور دوسرے کام ہوتے ہیں۔ ملاقات بھی ایک ایک، دو دو گھنٹے روزانہ لے لیتی ہے۔ پس وقت کو روزانہ لگانا پڑتا ہے چاہے بیماری ہو یا تندرستی۔ لیکن تندرستی کی حالت میں جو ذہن کی صفائی ہوتی ہے وہ صفائی بیماری میں نہیں ہوتی۔ تندرستی میں ذہن جلدی جلدی کام کرتا ہے، واقعات کو سوچتا اور عمل کرتا ہے لیکن بیماری میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا روح گھسٹتی ہوئی ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا رہی ہے۔ اب موسم میں تغیر آ رہا ہے۔ شاید میری صحت کے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے۔ لیکن پچھلے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ موسم کے تغیر کے وقت اگر طبیعت اچھی ہوتی ہے تو یہ وقتی بات ہوتی ہے۔ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے صحت پر جو اثر پڑتا ہے وہ بہت تھوڑے وقت تک رہتا ہے۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ سردی کا علاج آسان ہوتا ہے۔ دروازے بند کر لئے، اوپر کپڑے لے لئے، آگ جلا لی اور کام کرتے رہے۔ اور آج کل تو ایک اور چیز نکل آئی ہے اور وہ ربڑ کی بوتلیں ہیں۔ گرم پانی کیا، بوتل میں بھرا اور بوتل پہلو میں رکھ لی اور کام شروع کر دیا۔ گویا سردی کا علاج

آسان ہوتا ہے لیکن گرمی میں پوری سردی حاصل نہیں کی جاسکتی ہاں سردی میں گرمی پیدا کی جاسکتی ہے۔

آج میں جماعت سے ایک ایسے امر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کی طرف باہر سے آئے ہوئے ایک نوجوان نے مجھے توجہ دلائی ہے۔ وہ نوجوان باہر سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک رقعہ لکھا ہے کہ مسجد میں لوگ آتے ہیں تو ذکرِ الٰہی کی بجائے اِدھراُدھر کی باتیں کرتے ہیں اوراس طرح وہ اپنا وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے ذکرِ الٰہی کرنے میں بھی روک بنتے ہیں۔ پھراس نوجوان نے یہ بھی لکھا ہے کہ بازاروں میں لوگ نہایت بے تکلفی کی باتیں کرتے ہیں، ایک دوسرے پراعتراض کرتے ہیں اورآپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔

پہلے میں پہلی شکایت کو لیتا ہوں میں نے متعدد بار جماعت کواس طرف توجہ دلائی ہے کہ مساجد ذکرِ الٰہی کے لئے ہوتی ہیں اورانہیں اسی غرض کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ لیکن جب ہم اسلام کا اورخصوصاً قرونِ اولیٰ کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مساجد کوصرف ذکرِ الٰہی کی جگہ ہی نہیں بنایا بلکہ بعض دنیوی امور کے تصفیہ کا مقام بھی بنایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں ہم دیکھتے ہیں کہ لڑائیوں کے فیصلے بھی مساجد میں ہوتے تھے، قضائیں بھی وہیں ہوتی تھیں، تعلیم بھی وہیں ہوتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد صرف اللہ اللہ کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ بعض دوسرے کام بھی جوقومی ضرورت کے ہوتے ہیں مساجد میں کئے جاسکتے ہیں۔ ہاں مساجد میں خالص ذاتی کاموں کے متعلق باتیں کرنا منع ہے۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگرکسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ اُس گمشدہ چیز کے متعلق مسجد میں اعلان نہ کرے اگر وہ اس گمشدہ چیز کے متعلق اعلان کرے تو خدا تعالیٰ اس میں برکت نہ ڈالے [1]۔ پس ایک طرف تو مساجد میں جنگی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، تعلیم دی جاتی ہے، قضائیں ہوتی ہیں لیکن دوسری طرف گمشدہ چیز کے متعلق اعلان کرنا مسجد میں منع کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد میں جوکام ہوں وہ قومی ہوں ذاتی نہیں۔ گویا مسجد اجتماعی جگہ ہے اور وہاں ایسے کام ہو سکتے ہیں جو اجتماعی اورقومی ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جوکام وہاں ہوں وہ قومی فائدہ کے بھی ہوں اور نیکی کے بھی ہوں۔ جو کام نیک ہے اورقومی فائدہ کا ہے اُسے ذکرِ الٰہی کا

قائمقام قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس قول سے بھی ہوجاتی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں جو شخص وضو کر کے مسجد میں آئے اور وہاں امام کے انتظار میں بیٹھے خدا کے نزدیک وہ ایسا ہی ہے کہ گویا وہ نماز پڑھ رہا ہے 2۔ اِس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قومی کام کے لئے انتظار میں بیٹھنا نماز کا قائم مقام ہوگا۔

پس مساجد خالی سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان میں قومی کام بھی کئے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ کام امن، صلح اور نیکی کے ہوں۔ مثلاً اگر لوگ مسجد میں سیاسی جلسے کریں اور قانون شکنی کریں اور یہ کہہ دیں کہ مسجد خدا تعالیٰ کا گھر ہے ہمیں حکومت مسجد میں قانون شکنی کی وجہ سے نہ پکڑے تو اُن کا ایسا کہنا غلط ہوگا۔ مساجد قانون شکنی اور ناجائز کاموں کے لئے نہیں بلکہ مساجد جائز قومی اجتماعوں کے لئے بنائی گئی ہیں۔ گویا مساجد میں ہر وہ کام جو اجتماعی حیثیت رکھتا ہو کیا جاسکتا ہے۔ مگر وہ کام جو قانون کے مطابق ہو، صلح کی غرض سے ہو، قیامِ امن کی غرض سے ہو۔ خدا تعالیٰ نے مساجد کو حکومت کے خلاف فساد کی جگہ بنانا ناجائز قرار دیا ہے اور نہ صرف ناجائز قرار دیا ہے بلکہ اس قسم کی مساجد کو گرادینے کا حکم دیا ہے۔

پس ایک تو میں پھر اپنے اس مضمون کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ دوست مساجد میں زیادہ سے زیادہ ذکرِ الٰہی کریں۔ لیکن میں ذکرِ الٰہی کو محدود نہیں کرتا۔ مساجد میں قومی اور اجتماعی کام بھی کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً مساجد ہی ہیں جن میں یہ پتا لگ سکتا ہے کہ کون باہر سے آیا ہے۔ فرض کرو کوئی احمدی گوجرانوالہ، لائل پور، یا ملتان سے یہاں آتا ہے وہاں چونکہ آج کل شورش ہورہی ہے اِس لئے قدرتاً ہر ایک احمدی کو یہ شوق ہوگا کہ اُسے پتا لگے کہ وہاں جماعت کا کیا حال ہے اور اس کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ کیا کر رہی ہے۔ اب اگر وہ مسجد میں اس احمدی سے یہ باتیں نہیں پوچھتا تو اُس کا اجتماعی علم نامکمل رہ جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اس سے دنیوی باتیں پوچھ رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ دنیوی باتیں نہیں۔ اگر وہ اِس قسم کی باتیں پوچھتا ہے تو وہ اجتماعی اور قومی حالت سے واقفیت حاصل کرتا ہے اور یہ ذکرِ الٰہی ہے۔ بظاہر تو یہ ہوگا کہ اُس کے لڑکے کو کسی نے طمانچہ مارا ہے یا فلاں لڑکے کو سکول سے نکال دیا گیا ہے۔ یا مثلاً فلاں استانی کو سکول سے ہٹا دیا گیا ہے یا کنویں سے پانی بھرنے سے احمدیوں کو روک دیا گیا ہے۔ لیکن یہ سب باتیں دینی ہوں گی اور ذکرِ الٰہی کہلائیں گی۔ پس ایسے اہم امور

کے متعلق مساجد میں باتیں کرنا جائز ہے اور دین کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اگر کوئی اس قسم کی باتیں کرے کہ تم فلاں جگہ سودا لینے گئے تھے وہاں چاول کا کیا بھاؤ ہے۔ میں بھی چاول لینے وہاں جاؤں گا۔ یا آج کل قربانی کے بکرے کا کیا بھاؤ ہے؟ تو یہ قومی بات نہیں۔ اس لئے مسجد میں ایسی بات کرنا ناجائز ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ کسی خاص حالت میں اگر وہ یہ پوچھتا ہے کہ فلاں جگہ سے تم نے چاول خریدے ہیں کیا وہاں چاول سَستے ہیں تا میں بھی چاول وہیں سے لاؤں؟ تو یہ ناجائز بات ہے۔ لیکن اگر کسی علاقہ میں قحط کی صورت ہے اور وہ یہ پوچھتا ہے کہ فلاں جگہ غذائی حالت کیسی ہے چاول کا کیا بھاؤ ہے؟ دال کا کیا بھاؤ ہے؟ گیہوں کا کیا بھاؤ ہے؟ تو یہ باتیں جائز ہونگی کیونکہ ان کا قوم اور ملک سے تعلق ہے اور ان باتوں کے لئے ہی مساجد بنی ہیں۔

پس یہ فرق یاد رکھو کہ مساجد اصل میں ذکرِ الٰہی کے لئے بنی ہیں لیکن ذکرِ الٰہی کا قائم مقام وہ کام بھی ہیں جو قومی فائدہ کے ہوں۔ خواہ وہ کھانے پینے کے متعلق ہوں یا قضاء کے متعلق ہوں، جھگڑے فسادات کے متعلق ہوں، تعلیم کے متعلق ہوں یا کسی اَور رنگ میں مسلمان قوم کی ترقی اور تنزل کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ ان کاموں کے متعلق مساجد میں باتیں کی جاسکتی ہیں۔ خواہ بظاہر یہ باتیں دنیوی معلوم ہوتی ہیں لیکن دراصل یہ قوم سے تعلق رکھتی ہیں اور دین ان سے ہی بنتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مساجد میں اِس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے، بحثیں کیا کرتے تھے اور اس قسم کے دوسرے معاملات طے کیا کرتے تھے۔ پس مساجد میں اِس قسم کے کام جائز ہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان امور کو دین کا جزو بنایا ہے۔ ہمارے دین میں ذکرِ الٰہی اِس کا نام نہیں کہ انسان اللہ اللہ کرتا رہے بلکہ اگر کوئی بیوہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے، اگر کوئی یتیم کی پرورش کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے، اگر کوئی شخص قوم کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے، اگر کوئی شخص جھگڑوں کو دور کرتا ہے، مقدمے طے کرتا ہے، صلح کراتا ہے تو یہ بھی دین ہے۔

پس تمام وہ قومی کام جن سے قوم کو فائدہ پہنچے، وہ قوم کے اخلاق اور اُس کی دنیوی حالت کو اونچا کریں ذکرِ الٰہی میں شامل ہیں اور ان کا مساجد میں کرنا جائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس قسم کے کام مساجد میں ہی کیا کرتے تھے۔ مثلاً اگر کوئی مہمان آجاتا تو آپ صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرماتے فلاں مہمان آیا ہے تم میں سے کون اسے ساتھ لے جائے گا؟ تو ایک صحابی اٹھتا اور عرض کرتا اِسے میں ساتھ لے جاتا ہوں۔ یا زیادہ مہمان آتے تو کوئی کہتا میں ایک لے جاتا

ہوں، میں دو لے جاتا ہوں، میں چار لے جاتا ہوں بظاہر یہ روٹی کا سوال تھا لیکن یہ دین تھا۔ اس لئے کہ اِس سے ایک دینی ضرورت پوری ہوتی تھی۔

درحقیقت لوگوں نے دین کو محدود کر دیا ہے اور اِس کے معنی اِس قدر کمزور کر دیئے ہیں کہ کوئی چیز دین میں باقی نہیں رہی۔ ورنہ دنیا کی سب چیزوں کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان سب چیزوں سے تعلق پیدا کرنا دین ہے۔ خدا تعالیٰ براہِ راست کسی کو نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ یتیم کی پرورش کرنے سے ملتا ہے، بیوہ کی خدمت کرنے سے ملتا ہے، کافر کو تبلیغ کرنے سے ملتا ہے، مومن کو مصیبت سے نجات دلانے سے ملتا ہے۔ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے ملنے کے ذرائع ہیں۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نیچے اُتر آتا ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ روحانی بینائی اور معرفت کے مطابق انسان پر ایسی حالت آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ آ گیا ہے لیکن اِس کا ذریعہ بیوہ کی خدمت کرنا ہوتا ہے، یتیم کی پرورش کرنا ہوتا ہے یا دوسرے قومی کام کرنا ہوتا ہے اور یہی دین ہے۔ اگر تم مساجد میں ذاتی باتیں کرتے ہو مثلاً کہتے ہو تمہاری بیٹی کی شادی کے متعلق کیا بات ہے یا میری ترقی کا جھگڑا ہے افسر مانتے نہیں میں کوشش کر رہا ہوں تو یہ باتیں کرنا مسجد میں جائز نہیں۔ سوائے امام کے کہ اُس کے ذمہ قوم کی خدمت ہے اور نہ صرف ان باتوں کا کرنا مسجد میں جائز نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بد دعا بھی ہے کہ خدا تعالیٰ اُس کام میں برکت نہ دے۔ اب اگر کسی شخص کو شوق ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا لے تو میں ایسے دلیر شخص کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر کسی کو یہ شوق ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعائیں لے تو وہ مسجد سے نکل کر ایسی باتیں کرے۔ پس مساجد کے اندر ذکرِ الٰہی کرو۔ لیکن ذکرِ الٰہی کے وہ تنگ معنی نہیں جو ملّاں ملّانے کرتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی اُن تمام باتوں پر مشتمل ہے جو انسان کی ملّی، سیاسی، علمی اور قومی برتری اور ترقی کے لئے ہوں۔ لیکن تمام وہ باتیں جو لڑائی، دنگا یا قانون شکنی کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں خواہ اُن کا نام ملّی رکھ لو، سیاسی رکھ لو، قومی یا دینی رکھ لو مساجد میں اُن کا کرنا ناجائز ہے۔

دوسری بات جس کے متعلق اس نوجوان نے مجھے تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ بازاروں میں لوگ بے تکلف مجالس کرتے ہیں اور لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اس معاملہ میں سوائے دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں بازار میں نہیں جاتا۔ لیکن اگر کوئی شخص بازار میں

بے تکلف مجالس کرتا ہے یا لڑتا جھگڑتا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ دلاؤں کہ وہ اس قسم کی حرکات سے بچے رہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ بازار میں بیٹھنا یا باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے 3۔ لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ان باتوں کو معیوب خیال نہیں کرتے اور نہ صرف معیوب خیال نہیں کرتے بلکہ ان باتوں کو فیشن ایبل خیال کیا جاتا ہے۔ بجائے اِس کے کہ لوگ اپنے دوستوں کو اپنے گھروں پر بلائیں وہ مناسب سمجھتے ہیں کہ بازاروں میں کسی چبوترے پر بیٹھ کر مجلس کریں۔ وہ آپس میں بے تکلفی سے مذاق کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے اہل نہیں ہوتے اور وہ اس مذاق پر لڑائی جھگڑے پر اُتر آتے ہیں۔ یہ ناپسندیدہ امر ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ دوستوں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کی مجالس اپنے گھروں پر کیا کریں۔ اپنے گھروں پر اپنے دوستوں کو بلاؤ اور بے شک اُن سے بے تکلفانہ باتیں کرو۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم سوشل نہ بنو، اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم ہر وقت چڑاچڑا پن اختیار کئے رکھو۔ اسلام مذاق کی اجازت بھی دیتا ہے، اسلام سوشل بننے کو پسند کرتا ہے۔ مثلاً اسلام کہتا ہے کہ یہ بھی صدقہ ہے کہ تمہیں کوئی دوست ملے تو وہ تمہارے چہرے پر بشاشت دیکھے 4۔ اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سوشل بننا منع نہیں۔ لیکن ہر چیز کا موقع اور محل ہوتا ہے۔ شریعت بھی کہتی ہے کہ دینی اور قومی کام مسجد میں کرو۔ باقی ذاتی کام گھر میں کیا کرو۔ بازاروں میں بیٹھ کر ایسی مجالس کرنا منع ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی صحابیؓ نے کھانے پر بلایا۔ بعض صحابہؓ بھی مدعو تھے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ کی عمر نسبتاً چھوٹی تھی اس لئے بعض صحابہؓ کو آپؓ سے مذاق کی سُوجھی۔ وہ کھجوریں کھاتے جاتے تھے اور گُٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اِسی طرح کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ جوان تھے کھانے میں مصروف رہے اور اِس طرف نہیں دیکھا۔ جب دیکھا تو گُٹھلیوں کا ڈھیر آپ کے سامنے لگا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے مذاقاً حضرت علیؓ سے کہا تم نے ساری کھجوریں کھا لی ہیں!! یہ دیکھو! ساری گٹھلیاں تمہارے آگے پڑی ہیں۔ حضرت علیؓ کی طبیعت میں بھی مذاق تھا چڑچڑا پن نہیں تھا۔ چڑچڑا پن ہوتا تو آپ صحابہؓ سے لڑ پڑتے اور کہتے کہ آپ مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں یا مجھ پر بدظنی کرتے

ہیں۔ حضرت علیؓ سمجھ گئے کہ یہ مذاق ہے جو اِن سے کیا گیا ہے۔ اب میری خوبی یہ ہے کہ میں بھی اس کا جواب مذاق میں دوں۔ آپؓ نے فرمایا آپ سب گُٹھلیاں بھی کھا گئے ہیں لیکن میں گُٹھلیاں رکھتا رہا ہوں۔ اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ گُٹھلیوں کا ڈھیر میرے سامنے پڑا ہے۔ صحابہؓ پر یہ مذاق اُلٹ پڑا۔ پس اِس قسم کی باتیں اپنی مجالس میں کی جا سکتی ہیں۔ خوش طبعی سے اسلام روکتا نہیں۔ لیکن اگر ایسی باتیں بازاروں میں کی جائیں تو کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اخلاق بلند نہیں ہوتے، وہ مذاق بگاڑ کر کریں گے اور اگلا آدمی اَور بگاڑے گا۔ یعنی یہ مذاق بڑھتا جائے گا اور لڑائی جھگڑے پر منتج ہوگا۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم ایسی مجالس بازاروں میں نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کون سا شخص اس قابل ہے کہ تم اُس سے مذاق کرو۔ اور کون سا شخص تمہارے مذاق کو سمجھے گا نہیں۔ بعض دفعہ انسان کسی شخص سے ایسا مذاق کر لیتا ہے جو جائز ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ صحیح نہیں نکلتا سننے والے اس سے اَور نتیجہ نکال لیتے ہیں۔

انشاءاللہ خاں انشاء ایک مشہور شاعر گزرے ہیں۔ بادشاہ اُن سے دوستانہ رنگ میں سلوک کرتا تھا۔ دربار میں مذاق کی بات ہوتی تو دوسرے لوگ اپنی طبیعت کو قابو میں رکھتے تھے لیکن انشاءاللہ خاں انشاء اپنی طبیعت کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ جلدی سے مذاق کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے اور یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ جواب مناسبِ حال ہو اور مناسب الفاظ استعمال کئے جائیں۔ اتفاق سے بادشاہ لونڈی زادہ تھا۔ درباروں میں لوگ بادشاہوں کی خوشامدیں کرتے ہی ہیں۔ کسی شخص نے کہا فلاں شخص نجیب ہے۔ اِس پر کسی درباری نے کہا ہمارے بادشاہ کیا کم نجیب ہیں؟ انشاءاللہ خاں انشاء کو یہ عادت تھی کہ وہ چھلانگ مار کر آگے نکل جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے بادشاہ سب سے زیادہ شریف ہیں اور اس کے لئے عربی کا لفظ "اَنْجَبْ" استعمال کیا جو "نجیب" کا اسمِ تفضیل ہے اور اس کے عام معنی "سب سے بڑے شریف" کے ہیں۔ اور انشاءاللہ خاں انشاء نے اِن معنوں کے لحاظ سے ہی بادشاہ کو "اَنْجَبْ" کہا تھا لیکن بدقسمتی سے بادشاہ لونڈی زادہ تھا اور اس لفظ کے دوسرے معنی لونڈی زادے کے بھی ہیں۔ عربی میں یہ لفظ لونڈی زادے کے لئے بطور طنز استعمال کیا جاتا ہے۔ عرب میں لونڈی زادے کو شریف خیال نہیں کیا جاتا تھا اس لئے طنزاً اسے "اَنْجَبْ" کہا جاتا تھا۔

بعض دفعہ بات کر لی جاتی ہے اور سننے والے کا ذہن اس طرف نہیں جاتا اس لئے اس کا بُرا اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اُس وقت درباروں میں علماء کی کثرت ہوتی تھی۔ اُن سب کا ذہن اِسی طرف گیا کہ ''اَنْـجَـبْ'' کے معنی لونڈی زادے کے ہیں اس لئے اس شخص نے بجائے تعریف کے بادشاہ کی مذمت کی ہے۔ انشاءاللہ خاں انشاء کی زبان سے ''اَنْـجَـبْ'' کا لفظ سن کر مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ اگر بات جاری رہتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن اس خاموشی نے اِس بات کو واضح کر دیا کہ ''اَنْـجَـبْ'' کے دوسرے معنی جو لونڈی زادے کے ہیں وہی استعمال کئے گئے ہیں۔ بادشاہ بھی سمجھ گیا کہ مجھے بھرے دربار میں لونڈی زادہ کہہ کر میری ہتک کی گئی ہے۔ چنانچہ اُس کے بعد اس نے انشاءاللہ خان انشاء کو گرانا شروع کیا اور آخر رفتہ رفتہ اسے بالکل تباہ کر دیا۔

تو بعض طبائع مذاق میں ایک حد تک رُک جاتی ہیں آگے نہیں جاتیں۔ لیکن بعض طبائع آگے نکل جاتی ہیں۔ اگر اِس قسم کی باتیں برسرِ عام کی جائیں تو بعض لوگ حد سے گزر جاتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی طبیعت پر قابو نہیں ہوتا۔ وہ آگے بڑھ جاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں وہی مذاق جو شریعت کے لحاظ سے جائز تھا پھبتی اور تمسخر بن جاتا ہے اور دوسرے کے لئے ہتک کا موجب بن جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے بعض جائز چیزوں سے بھی روکا ہے۔ مثلاً ہر مسلمان جانتا ہے کہ بیوی سے پیار کرنا جائز ہے لیکن کیا شریعت نے اِس بات کی اجازت دی ہے کہ بیوی سے برسرِعام پیار کیا جائے؟ ہرگز نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جب تم میاں بیوی اکٹھے ہوتے ہو، جب تم دونوں بے تکلفی سے لیٹتے ہو اور کپڑے اُتار دیتے ہو تو تمہارا اپنا بچہ بھی اُس کمرہ میں داخل نہ ہو5 حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے لیکن اسلام نے اس کے ظاہر کرنے سے منع کیا ہے۔ اس لئے کہ بچہ میں یہ تمیز نہیں ہوتی کہ فلاں بات جائز ہے یا ناجائز۔ وہ جب اپنے والدین کو آپس میں پیار کرتے دیکھے گا تو وہ حد سے گزر جائے گا جو جائز نہیں ہوگا۔ پرائیویٹ مجالس میں ایک دوست دوست سے مذاق کرتا ہی ہے اور ایسی مجالس منعقد ہی اِس لئے کی جاتی ہیں کہ خوش طبعی کا سامان ہو لیکن اگر یہی مجالس بازاروں میں کی جائیں تو لازمی امر ہے کہ اسے بعض اِس قسم کے لوگ بھی دیکھیں گے جو اس کے اہل نہیں ہوں گے کہ وہ سمجھ سکیں کہ مذاق اور خوش طبعی کی حد کیا ہے۔ وہ آپ کو دیکھ کر ایسے مذاق کرنے لگ جائیں گے جو ناجائز ہوں گے۔ مثلاً ایک بچہ اگر اپنے ماں باپ کو آپس میں پیار کرتا دیکھ لے گا تو وہ اُسے ایک عام چیز خیال کرے گا اور

ہوسکتا ہے کہ وہ باہر نکل کر کسی لڑکی کو پکڑ لے اور اُسے پیار کرنے لگ جائے۔ اور کہے ایسا کرنا جائز ہے میں نے باپ کو ماں سے پیار کرتے دیکھا ہے۔ وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ میاں بیوی کو آپس میں پیار کرنے کا حق ہے دوسروں کو نہیں۔ اِس طرح وہ حد سے گزر جائے گا۔ چونکہ اس قسم کی مجالس سے بہت سی خراب باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے شریعت نے اِس قسم کی مجالس کو بازاروں یا عام جگہوں پر منعقد کرنے سے منع کیا ہے۔ جیسے کہا اگر تم اپنی بیوی سے بے تکلفانہ لیٹے ہوئے ہو تو اُس کمرے میں تمہارا اپنا بچہ بھی داخل نہ ہو۔

پس اگر تم نے ایسی مجالس کرنی ہوں تو اپنے گھروں پر کیا کرو اور شریعت کے قوانین کی پابندی کی عادت ڈالو۔ تم بازار سے سودا خریدنے بے شک جاؤ، ریسٹورانٹ اور ہوٹلوں میں بے شک چائے پیئو اور کھانا کھاؤ۔ اسلام نے ایسے مشاغل سے روکا نہیں۔ لیکن شریعت نے جن باتوں کو پرائیوٹ مجالس میں کرنے کے لئے کہا ہے انہیں عام نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ چیز کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ اُسے دیکھ کر حد سے گزر جائے یا دیکھنے والا عقلمند نہیں تو وہ اُس سے بُرا نتیجہ اخذ کرلے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس بارہ میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ اپنی کسی بیوی کے ساتھ باہر تشریف لے جارہے تھے۔ رات کا وقت تھا کہ آپ نے دو آدمیوں کو گزرتے دیکھا۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ جب وہ ٹھہر گئے تو آپ نے فرمایا یہ میری بیوی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! کون بدبخت ہوگا جو آپ پر بدظنی کرسکے۔ آپؐ نے فرمایا پھر بھی میں تمہیں بتادینا چاہتا ہوں کہ یہ میری بیوی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے پردہ اٹھا کر فرمایا دیکھو! میری فلاں بیوی ہے[6]۔

پھر دودھ کے رشتے ہیں۔ ان کے متعلق وہی حکم ہے جو خونی رشتوں کے متعلق ہوتا ہے۔ ہمارے گھروں میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض لڑکیاں جو دودھ کے ساتھ محرم ہوتی ہیں آتی ہیں اور مجھ سے مصافحہ کرتی ہیں۔ اگر اُس وقت دوسری عورتیں موجود ہوں تو اُس وقت بتانا پڑتا ہے کہ یہ لڑکی ہماری دودھ کی بیٹی ہے۔ اگر یہ نہ بتایا جائے کہ یہ دودھ کی رشتہ دار ہے تو دیکھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جائے گا کہ غیر محرم عورتوں سے مصافحہ جائز ہے۔

غرض اِن باتوں سے غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور ان کے بارہ میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ میں اِس بات کا قائل نہیں اور نہ اسلام اِس کا حکم دیتا ہے کہ انسان رونی شکل بنالے۔

اسلام ہنسی مذاق کی اجازت دیتا ہے۔ مگر اس طرح کہ دوسرے لوگوں کو دھوکا نہ ہو۔ عام مجالس میں ایسا کرنا مناسب نہیں۔ پھر گالی گلوچ پر اُتر آنا اور لڑائی دنگا کرنا تو بہت نامناسب ہے۔ فرض کرو تم نے ایک ہی دن لڑائی جھگڑا کیا اور اُسی دن بعض لوگ تحقیقات کے لئے یہاں آئے ہوئے تھے۔ تو تم نے بے شک ایک ہی دن لڑائی دنگا کیا لیکن وہ لوگ تو پہلی دفعہ آئے تھے وہ آپ کو دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ یہاں لوگ گند بولتے اور لڑتے جھگڑتے ہیں۔ پھر فرض کرو کہ تم نے گالی دی یا کسی کے متعلق سخت الفاظ کا استعمال کیا اور بعد میں اِسْتِغْفَار کیا۔ لیکن تمہارا اِسْتِغْفَار کرنا اُنہوں نے تو نہیں سُنا۔ پس اِن چیزوں میں احتیاط اور پرہیز ہونا چاہیے۔''

(الفضل 11 /دسمبر 1952ء)

1: مسلم کتاب المساجد باب النَّهْیُ عَنْ نَشْدِ الضَّالَّةِ (الخ)

2: بخاری کتاب الاذان باب فَضْل صلٰوة الجَمَاعَة

3: صحیح مسلم کتاب اللباس والزینةِ باب النّھی عن الجلوس فی الطرقات و اعطاء الطریق حقّهٗ

4: ترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی صنائع المعروف میں ''تبسمک فی وجه اخیک لک صدقة'' کے الفاظ ہیں۔

5: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛؕ .....
وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ (النور:59، 60)

6: صحیح بخاری کتاب الاعتکاف باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافهٖ۔